خطبہ

خطبہ لفظ خطاب سے مشتق ہے۔ خطبہ کی جمع خطبات ہے۔ اس لفظ کے مفہوم کے لیے اردو میں لکچر اور اڈریس جیسی اصطلاحیں بھی رائج ہیں۔ ادائیگی کے لحاظ سے خطبہ تقریر کی طرح ہوتا ہے لیکن تقریر سے خطبہ اس معنی میں الگ بھی ہے کہ خطبہ دینے والے عموماً بڑے دانش ور ہوتے ہیں اور اکثر و بیشتر خطبات کے موضوع بھی متعین ہوتے ہیں۔ تمام خطبے کا ایک بنیادی مقصد ہوتا ہے کہ ان کو زیادہ لوگ سنیں اور ان سے استفادہ کریں۔ خطبے کو تخلیقی ادب میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مختلف عوام کی مذہبی تاریخ کے مطالعہ سے خطبات کی ادبی و علمی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ مذاہب کے اندر پیغمبروں کی نصیحتیں، اولیائے کرام کے ملفوظات اور علمائے دین کے مواعظ خطبات کے زمرے میں آتے ہیں۔

ہندوستان میں جدید تعلیم کے فروغ کے دور میں خطبات کو باضابطہ ادبی شکل میں متعارف کرایا گیا۔ خصوصاً علی گڑھ کی تعلیمی تحریک کے زمانے میں اس عہد کے دانش وروں نے پورے ملک میں جو عوامی خطبات کا سلسلہ قائم کیا انہیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ انگریز دانش وروں کے یہاں ایسے خطبات پہلے رواج پا چکے تھے اور انگریز دانش ور اپنے خطبات تحریری شکل میں بھی پیش کرنے لگے تھے۔

اسی زمانے میں سرسید احمد خاں اور ان کے دیگر رفقائے کار اور سوامی وویکا نند کے تعلیمی خطبات اپنی افادیت ثابت کر چکے تھے۔ اردو میں پہلی بار سرسید کے علمی خطبات کو تحریری شکل دی گئی۔ سرسید کے رفقائے کار میں ڈپٹی نذیر احمد، شبلی نعمانی کے علاوہ سید سلیمان ندوی، علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر ذاکر حسین اور مولانا علی میاں ندوی کے خطبات اردو نثر کے قیمتی ادبی سرمایے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطبات کی علمی و ادبی اہمیت مسلم ہے۔ ان خطبات کے نتیجے میں ہی ہندوستان کی سیاسی اور سماجی زندگی میں بے شمار اصلاحات پیش آئیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین

ڈاکٹر ذاکر حسین کا خاندانی تعلق آفریدی پٹھانوں کے ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ اٹھارہویں صدی کی ابتدا میں یہ خاندان اتر پردیش کے ایک قصبہ قائم گنج میں آباد ہوگیا۔ ذاکر صاحب کے والد نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور ہجرت کر کے حیدر آباد چلے گئے جہاں ان کی وکالت چل پڑی۔ حیدر آباد میں ہی 8 رفروری 1897 کو وکیل صاحب کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام ذاکر حسین رکھا گیا۔ بچپن میں ان کی تعلیم وتربیت اعلیٰ خاندان کے بچوں کی طرح انگریز ٹیوٹر کی سرپرستی میں ہوئی جب وہ نو سال کے ہوئے تو ان کے والد کا وصال ہوگیا۔ پھر ذاکر حسین اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے آبائی وطن قائم گنج واپس آگئے اور ایٹہ ضلع کے اسلامیہ ہائی اسکول میں داخل ہوئے۔

1911ء میں ان کے آبائی ضلع فرخ آباد میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں ذاکر حسین کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد ذاکر صاحب نے ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ علی گڑھ کالج کے ماحول سے ذاکر حسین بہت متاثر ہوئے اور یہیں ان کی شخصیت میں انقلابی تبدیلی آئی۔ اسی زمانے میں اکتوبر 1920ء میں مہاتما گاندھی اپنی عدم تعاون تحریک کی حمایت حاصل کرنے کے لیے علی گڑھ تشریف لائے اور ایک جذباتی تقریر کی جس سے متاثر ہوکر ذاکر حسین عدم تعاون تحریک میں شامل ہوگئے اور علی گڑھ کالج کو خیر باد کہہ دیا۔ اسی زمانے میں ذاکر حسین نے علی گڑھ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جو بعد میں دہلی منتقل ہوکر یونی ورسٹی کی شکل اختیار کرگیا۔ پھر ذاکر صاحب جرمن تشریف لے گئے اور برلن یونی ورسٹی سے معاشیات میں پی ایچ ڈی کیا۔ وطن واپسی پر ذاکر حسین ماہر تعلیم کی حیثیت سے متعارف ہوئے اور جامعہ ملیہ کے وائس چانسلر بنائے گئے۔ جہاں انھوں نے تعلیم کے میدان میں نئے نئے تجربات کیے۔

جب ملک آزاد ہوا تو مولانا ابوالکلام آزاد نے وزیر تعلیم کی حیثیت سے ڈاکٹر ذاکر حسین کو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کا وائس چانسلر بنایا۔ 1952 میں انھیں راجیہ سبھا کا ممبر بنایا گیا اور 1957ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین صوبہ بہار کے گورنر بنائے گئے۔ 1962ء میں وہ ملک کے نائب صدر جمہوریہ اور 1967ء میں صدر جمہوریہ ہند بنائے گئے۔ اسی عہدے پر فائز رہتے ہوئے 3رمئی 1969ء کو ان کا انتقال ہوا اور دلی میں مدفون ہوئے۔

قومی تعلیم

تعلیم کے کام سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہر ذہن کی تربیت تمدّن کی ہر چیز سے نہیں ہوتی۔ جس طرح ہر جسم کو ایک غذا نہیں بھاتی، اس سے کہیں زیادہ ہر ذہن کو ہر ذہنی غذا بھی نہیں پچتی۔ بچہ جس سماج میں پیدا ہوتا ہے اس کے تمدّن سے نسلی تعلق کی وجہ سے ہی اس کے ذہن میں کچھ مناسبتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس لیے خود اپنے سماج کے تمدّن کی چیزوں سے اس کے ذہن کی بہتر تربیت ہو سکتی ہے۔ تربیت پا جانے، ترقی کر چکنے کے بعد ذہن سماج کی دوسری چیزوں کو بھی اپنا سکتا اور ان سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مگر شروع میں اپنی موروثی مناسبت کی وجہ سے ایک صورت میں بڑی آسانی اور دوسری میں بڑی دشواریاں ہوتی ہیں اس سے ہر وہ شخص جو تعلیم کے صحیح مقصد کو سمجھتا ہے اس بات پر مجبور ہے کہ بڑی حد تک ذہن کی تربیت کے لیے خود اس سماج کی تمدّنی چیزوں سے کام لے جس سے طالب علم کا تعلق ہے، ورنہ اس کی کوشش کے اکارت جانے کا ڈر ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خود تعلیم کی ماہیت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم قومی تعلیم کا نظام قائم کریں۔

قومی تعلیم کے تعلق سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ماہرین تعلیم کو ملک کی مختلف مذہبی اور جغرافیائی جماعتوں کے علیحدہ علیحدہ یا بالکل ایک سے نظام کے متعلق غور کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ان کا فیصلہ یہی ہو جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے تو ایک اور مشکل سوال کا حل انھیں سوچنا پڑے گا یعنی اس طرح اجزا کو تمدّنی آزادی دے کر وہ متحدہ قوم اور اس کی ریاست کو کمزور تو نہیں کر دیں گے۔ اس لیے کہ اگر اجزاء کی اس آزادی کے ساتھ ہی کل کے ساتھ محبت کا نہایت مضبوط رشتہ قائم نہ ہوا تو بے شک یہ آزادی کُل قوم کے لیے کمزوری اور بعض حالات میں ہلاکت کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہمارے قومی نظام تعلیم کو اس مرکزی خیال کی ترویج کرنا ہوگی کہ جس طرح افراد کی ذہنی نشو و نما اور شخصیت کی تکمیل کا یہی راستہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے سماج کے تمدّن سے نشو نما دیں اور اس کی خدمت کو اپنی ترقی کا ذریعہ جانیں اس طرح ہمارے بڑے ہندوستانی سماج میں جو جو جماعتیں اور چھوٹے سماج ہیں ان میں بھی یہ عقیدہ نہایت پختہ ہونا چاہیے کہ وہ بھی بہ حیثیت جماعت اس وقت پوری ترقی کر سکتی ہیں

جب کہ بڑے سماج کا اپنے کو خادم جانیں۔ اس کی بھلائی میں اپنی بھلائی اور اس کی برائی میں اپنی برائی دیکھیں۔
اس عقیدہ کا پیدا کرنا اگر سیاسی نظام کی خوبی پر منحصر ہے تو بہت حد تک نظام تعلیم پر بھی مبنی ہے۔

اور یہی کیا ایسے بے شمار سوال ہیں جن پر ہندوستان کے بہترین دماغوں کو غور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ مثلاً اگر ہمارا تعلیمی نظام ہمارے ہاتھ میں ہو تو اس وقت بھی کیا مدرسے صرف کتابیں پڑھا دینے کے لیے قائم ہوا کریں گے اور ان کا مقصد بھی تندرست اچھے سچے آدمی پیدا کرنے کی جگہ چلتے پھرتے کتب خانہ پیدا کرنا ہوگا یا مختلف صلاحیت والوں کے لیے مختلف قسم کے مدرسے ہوں گے جس میں ابتدائی تعلیم کے بعد بچے بھیجے جا سکیں گے اور اپنے خاص ذہنی رجحان کے مطابق تعلیم پائیں گے؟ کیا اس وقت بھی مدرسوں کو بس اس سے سروکار ہوگا کہ علم سکھا دیا لیکن علم کے برتنے اور سیرت پر اثر انداز ہونے کا کوئی سامان نہ ہوگا؟ کیا اس وقت بھی ہمارا نصاب ایسا ہی چوں چوں کا مربہ ہوگا جیسا کہ اب ہے؟ کیا اس وقت بھی پیشہ اور عام تعلیم کو بالکل الگ الگ رکھا جائے گا، یا پیشہ کی تعلیم کا ایسا انتظام ہو سکے گا کہ وہی عام تعلیم کی مضبوط بنیاد ثابت ہو؟ غرض یہ اور ان جیسے ان گنت مسائل ہیں جن کا ذکر کر کے میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اتنا بھی صرف اس لیے ذکر کیا کہ یہاں ایک بڑے قومی ودیا پیٹھ کے کارکن جمع ہیں، انھیں اس طرف توجہ دلانے سے شاید اس بات کا موقع مل سکے کہ ہمارے تعلیمی کام کرنے والے ان مسئلوں پر غور کریں اور اپنی تحقیق کے نتائج کو قومی تعلیم کے کسی ادارے کی طرف سے شائع کر سکیں، تاکہ ہمارے تجربے ہوتے سب کے سوچ وچار سے قومی تعلیم کا ایک صحیح پروگرام تو تیار ہو جائے۔ اور اگر کل نظام کو ناموافق حالات کی وجہ سے رائج نہ کیا جا سکے تو کم سے کم ابتدائی تعلیم کے مسئلہ کو طے کرنے کے بعد نمونہ کے مدرسے قائم کیے جائیں اور کم سے کم تعلیم کی اس بنیادی منزل کو میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں ہی کے ذریعہ درست کرنے کی تدبیر کی جائے۔

قومی تعلیم کے اسی سوچ نے ہماری قوم میں بڑی بیداری پیدا کی ہے اور قومی زندگی کے مختلف شعبوں نے اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب اس بیداری کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس زمانہ میں قومی تعلیم گاہوں کا قیام ہماری قومی زندگی کے لیے شاید سب سے زیادہ اہم واقعہ تسلیم کیا جائے گا۔

لفظ و معنی

قومی بیداری - عقل و شعور کے لحاظ سے قوم کا جاگنا

تسلیم کرنا	۔	مان لینا
تعلیم گاہ	۔	تعلیمی ادارہ
خادم	۔	خدمت کرنے والا
ضائع کرنا	۔	برباد کرنا
مختلف	۔	الگ الگ
تدبیر	۔	اُپائے
رائج کرنا	۔	رواج دینا
ناموافق	۔	موافق نہ ہونا، پریشان ہونا
کارکن	۔	کام کرنے والے
پیشہ	۔	کام کرنا
اثر انداز ہونا	۔	اپنا اثر ڈالنا
سروکار	۔	مقصد، تعلق
سوچ وچار	۔	غور وفکر
عقیدہ	۔	پختہ فکر وخیال
مبنی	۔	بنیاد پر
منحصر کرنا	۔	بھروسہ کرنا
مسائل	۔	مسئلہ کی جمع، پریشانی
نتائج	۔	نتیجہ کی جمع
نظامِ تعلیم	۔	تعلیم دینے کا طریقہ
بے شمار	۔	ان گنت

آپ نے پڑھا

- ڈاکٹر ذاکر حسین نے قومی وِدیا پیٹھ کے جلسے میں جو خطبہ دیا وہ آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھا۔
- ڈاکٹر ذاکر حسین نے قومی تعلیم کے سلسلے میں مختلف سطحوں پر غور وفکر کا مشورہ دیا ہے تاکہ ایک یکساں پروگرام تیار ہوجائے۔ اس سلسلے میں ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسوں کے قیام کی تجویز بھی پیش کی گئی ہے۔

آپ بتایئے

1. ڈاکٹر ذاکر حسین کا تعلق کس گھرانے سے تھا؟
2. ذاکر حسین کے والد کس پیشے سے تعلق رکھتے تھے؟
3. ڈاکٹر ذاکر حسین کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟
4. ذاکر حسین کس صوبہ کے گورنر رہے؟
5. ڈاکٹر ذاکر حسین انتقال کے وقت کس عہدے پر فائز تھے؟
6. ذاکر حسین کا انتقال کب ہوا؟

مختصر گفتگو

1. ڈاکٹر ذاکر حسین کا مختصر خاندانی پس منظر بیان کیجیے۔
2. قومی تعلیم کے موضوع پر پانچ جملے لکھیے۔
3. ماہر تعلیم کی حیثیت سے ڈاکٹر ذاکر حسین کا تعارف پیش کیجیے۔

تفصیلی گفتگو

1. قومی تعلیم کے موضوع پر ایک مضمون سپرد قلم کیجیے۔
2. ڈاکٹر ذاکر حسین کے تعلیمی کارناموں کا جائزہ لیجیے۔
3. ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت پر روشنی ڈالیے۔

آیئے، کچھ کریں

1. اپنے استاد کی مدد سے ڈاکٹر ذاکر حسین کے تعلیمی کارناموں کا ایک خاکہ تیار کیجیے۔
2. کلاس کے طلبہ کے ساتھ ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت پر ایک مذاکرہ کیجیے۔